''مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ بحیثیت سوانح نگار حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ''

ڈاکٹر سعید الرحمٰن ☆

محترم مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ ، جنوب مغربی ایشیاء کے اس خطے کی وہ معروف شخصیت ہیں جن کے قلم نے دین کے بنیادی موضوع کے بہت سے گوشوں پر نہ صرف قیمتی معلومات سے روشناس کرایا، بلکہ حاملان دین کے تعارف اور ذریعہ دعوت دین کے عملی پہلوں کو بھی اجاگر کیا ہے، انہوں نے عظیم الشان شخصیات کا انتخاب کیا جو عوام الناس کی زندگیوں کا رخ اس انداز سے تبدیل کر دیتی تھیں کہ دین اسلام ان کے قلوب میں رچ بس جاتا تھا اور وہ دینی حقائق کو اپنی باطنی آنکھ سے دیکھنے لگتے تھے۔ ان مردان باصفا کی سوانح نگاری ان کے قلم کی امتیازی خصوصیت تھی چنانچہ سید احمد شہیدؒ سے لے کر شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ تک انہوں نے برعظیم کی کئی شخصیات کی سوانحی تصانیف مرتب کیں۔ تاریخ دعوت وعزیمت کے اہم موضوع پر کئی جلدوں میں بزرگان دین کی تذکرہ نویسی اس پر مستزاد ہے۔

مولانا ابوالحسن علی ندویؒ کو اسلاف کی سوانح نگاری کا شغف وراثت میں ملا، چنانچہ ان کے دادا مولانا حکیم سید فخرالدین صاحبؒ کے قلم سے مہر جہانتاب (قلمی) فارسی انسائیکلو پیڈیا، سیرت سادات اور تذکرہ علمیہ جیسی کتابیں متعارف ہوئیں اور ان کے بزگوار مولانا سید عبدالحئیؒ صاحب کو ہندستان کا ابن خلکان اور ابن الندیم کہا جاتا ہے، جو نزہۃ الخواطر جیسی عظیم کتاب کے مصنف ہیں۔ سوانح نگاری کے اس موروثی ذوق کے سبب یہ قرین قیاس تھا کہ وہ اپنے عہد کی اس عظیم شخصیت پر بھی قلم

☆ ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ، بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

اٹھائیں جس سے ان کا اصلاح و تربیت کا تعلق قائم ہوا، یعنی حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ (م ۱۹۶۲) کی سوانح کو صفحہ قرطاس پر منتقل کریں جب کہ صاحب سوانح نے بھی اپنی حیات میں اسلاف کی سوانح نگاری کے میدان میں مولانا کی نہ صرف حوصلہ افزائی کی تھی، بلکہ ان کی نگارشات کی بھی اپنی فرمائش پر اہتمام کے ساتھ سماعت کی جو ابھی طبع نہیں ہوئی تھیں۔

حضرت رائے پوریؒ کی یہ سوانح پندرہ ابواب اور ۳۵۲ صفحات پر مشتمل ہے جو زبانی روایات اور مکتوبات کی مدد سے تحریر کی گئی ہے۔ اس میں امام غزالیؒ کی المنقذ من الضلال، سیر الاولاء، تاریخ فیروز شاہی، نزہۃ الخواطر، تاریخ اہل حدیث اور بزم صوفیہ جیسی مطبوعہ کتب کے حوالے بھی شامل ہیں۔ اس سوانح کی ترتیب میں ان کو سب سے بڑی مدد و رہنمائی شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ سے حاصل ہوئی، بلکہ ان کے اپنے الفاظ ہیں کہ ''اس کا ڈھانچہ شیخ ہی کی عنایت فرمائی ہوئی معلومات اور مہیا کی ہوئی تحریرات سے بنا ہے''

سوانح نگار ہونے کے لحاظ سے انہوں نے صاحب سوانح کے واقعات کے تذکرہ سے زمانہ کے تعین اور واقعات کی ترتیب اخذ کرنے میں کافی عرق ریزی سے کام لیا ہے۔ جس سے ان کے تحقیقی ذوق کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے اور اسی ذوق کے سبب انہوں نے اپنے مدعا کی وضاحت کے لیے حواشی سے بھی مدد لی، جن میں مختلف شخصیات کا مختصر تذکرہ یا مقامات کا تعارف یا متن میں کسی ممکنہ ابہام کی وضاحت یا متن کے مضمون میں کوئی مناسب اضافہ وغیرہ پیش نظر رہا ہے، یوں یہ کتاب جدید اسلوب تحقیق سے بھی آراستہ ہے.

سوانح نگاری بعض حوالوں سے ایک خشک مضمون سمجھا جاتا ہے مگر مولانا کی شگفتہ تحریر نے اس میں ایسی جاذبیت پیدا کردی ہے کہ قاری کو کسی لمحہ بوریت کا احساس نہیں ہوتا چنانچہ انہوں نے اپنی تحریر کو اردو، فارسی اور عربی اشعار سے مزین کرکے

لٹریچر پر اپنی دسترس سے قارئین کو مستفید کیا ہے تو دوسری طرف قاری میں ادبی ذوق کی آبیاری کا سامان بھی مہیا کیا ہے۔

مولاناؒ نے سوانح نگاری میں اس امر کا پورا اہتمام کیا ہے کہ اس میں عصری ذوق کی نمائندگی ہو اور قاری کو اس کے مطالعہ سے ایسی قابل عمل رہنمائی ملے کہ وہ اپنے اندر تبدیلی کے لیے اسے اختیار کرنے میں باطنی جذب محسوس کرے، چنانچہ لکھتے ہیں:

''چونکہ زمانہ کا ذوق بہت بدل چکا ہے، تذکرہ نگاروں نے بزرگوں کی سوانح حیات میں اس بارے میں (کرامات کے حوالہ سے) اتنی فیاضی اور افراط سے کام لیا ہے کہ اہل علم کا مذاق اس سے اکتا چکا ہے اس لیے قصداً اس کتاب میں ان واقعات کے تذکرہ سے احتراز کیا گیا ہے اور ان کمالات کا ذکر کیا گیا ہے جو ناچیز مصنف کتاب کے نزدیک کرامات سے بھی زیادہ بلند مقامات رکھتے ہیں''

سوانح نگاری کے ضمن میں کئی مقامات پر مولانا کے عمدہ تبصروں نے کئی جملوں کو اقوال زریں بنا دیا ہے، مثلاً ''محبت وعقیدت وہ چیز ہے جو نہ تقسیم قبول کرتی ہے نہ تبادلہ پر راضی ہوتی ہے، نہ پہاڑ اور دریا اس کی راہ میں حائل ہیں نہ جغرافیائی سیاسی حدود اس مقصد میں حارج۔

''اس کی زمیں بے حدود، اس کا افق بے ثغور'' ۹

مولانا سوانح نگاری میں اپنے تجزیاتی انداز کو بھی عمدہ طریقہ سے بروئے کار لاتے ہیں جس سے ایک سمجھدار قاری کو حالات کے پرکھنے اور شخصیات کے جانچنے کے حوالہ سے رہنما اصول ملتے ہیں، چنانچہ وہ ایک جگہ لکھتے ہیں:

''حکمت الٰہی نے حضرت مولانا عبدالقادر صاحب کی تعلیم وتربیت کا اس طرح انتظام کیا تھا کہ ان کی شعوری زندگی کا معتد بہ اور طویل حصہ مختلف ماحول اور مسلمانوں کی مختلف العقائد مذہبی جماعتوں اور طبقوں میں گزرا تھا، انہوں نے ایک ایسے دینی ماحول

میں آنکھ کھولی اور ہوش سنبھالا جو زمانہ حاضر کے اثرات اور جدید تعلیم کے خیالات سے دور تھا، مگر کبھی کبھی کسی روزن سے باہر کی آزاد خیالی کے جھونکے آجاتے تھے اور ان کی سلیم، لیکن حساس و ذہین طبیعت کی سطح پر تموج پیدا کر دیتے تھے‘‘

سوانح نگار کے طور پر مولانا، صاحب سوانح کے طرز تربیت پر نہ صرف گہری نظر رکھتے ہیں بلکہ عام سوانح نگاروں کے برعکس جو سوانح نگاری میں خود ستائشی کی آمیزش سے بمشکل ہی محفوظ ہوتے ہیں، ان کے ہاں خود احتسابی کا عنصر بھی ملتا ہے جو ان کو سوانح نگاروں کی صف میں نمایاں مقام کا حامل بناتا ہے۔ مثلاً ۱۹۴۷ء کے فسادات کے روک تھام کے لیے یوپی کے وزیر اعلیٰ کی طرف سے سہارنپور کے لیے ایک منصف المزاج اور جرأت مند کلکٹر کا تقرر ہوا تو اس نے پورے ضلع میں اپنے تلے اقدامات کے ذریعہ امن وامان قائم کر دیا۔ صاحب سوانح بھری مجالس میں ان دونوں حضرات کی تعریف کرتے تھے جو ہندو مت سے تعلق رکھتے تھے، جو بعض ایسے لوگوں کو ناگوار گزرتا تھا جو غیر مسلم کو کسی حالت میں شکریہ کا مستحق اور تعریف کے قابل نہیں سمجھتے تھے۔ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا لکھتے ہیں:

جب حضرت ۱۹۴۸ء میں اس ناچیز اور مولانا محمد منظور نعمانی کی دعوت پر لکھنؤ تشریف لائے تو صبح وشام کی عمومی مجلسوں میں شہر کے بعض سر برآوردہ اور اعلیٰ تعلیم یافتہ حضرات اور بعض اونچے عہدہ دار تشریف لاتے۔ ان میں سے اکثر حضرات ذہنی طور پر پچھلے اثرات سے متاثر تھے اور بعض محض اس شوق میں آتے کہ آپ سے سلوک ومعرفت کی باتیں اور وعظ ونصائح سنیں گے، حضرت اکثر اس احسان کا تذکرہ کرتے یہ وقت ہم دونوں کے لیے بھی بڑے مجاہدہ کا تھا، بعض اوقات قصداً کوئی دوسرا دینی موضوع چھیڑ دیتے کہ حضرت کی توجہ اس پر مرکوز ہو جائے لیکن ہم لوگوں کی تربیت واصلاح کے پیش نظر بھی حضرت قصداً اس تذکرہ کو چھیڑتے کہ وہ عقیدت جو اپنے ذوق کے تابع اور کسی ایسی

بات سے متزلزل ہو جائے جو اپنے ذوق ونظریات کی سو فیصد مطابق نہ ہو وہ قابل اعتماد نہیں.

مولاناؒ نے محض واقعات جمع کرنے کے بجائے جامع سوانح نگاری پر توجہ دی ہے جس میں وہ نہ صرف ظاہری احوال کا ذکر کرتے ہیں بلکہ باطنی کیفیات کی عمدہ تصویر کشی بھی کرتے ہیں ۔جس سے ان کی اردو زبان پر دسترس اوران کے ادبی ذوق کی نمائندگی بھی ہوتی ہے ۔مثلاً وہ کامل الاحوال بزرگوں کے اخفاء احوال کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں :

''لیکن پھر بھی جب پیمانہ لبریز ہوتا ہے تو وہ چار قطرے ٹپک پڑتے ہیں ڈبڈبائی ہوئی آنکھیں' ضبطِ گریہ اوراخفائے حال کی کوشش اُس حقیقت کی غمازی کرتی ہے جس سے سینہ معموراور دل مخمور ہے''

مولانا نے سوانح نگاری کے مخصوص ڈگر سے ہٹ کر ضمنی طور پر کئی دیگر موضوعات کو اس طرح سمویا ہے کہ قاری کو ان سے اجنبیت محسوس نہیں ہوتی ، بلکہ ان موضوعات کی وضاحت کی کتاب کی حقیقی معنویت میں اضافہ ہوگیا ہے ۔

مثلاً خانقاہ جو بذات خود ایک مستقل موضوع ہے اس کو انہوں نے مختلف عنوانات سے بیان کر کے اس کی حقیقی مقصدیت کی طرف متوجہ کیا ہے ،مثلاً انسانیت کی صحت گاہیں ، اخلاص ومحبت اوراخلاق وتربیت کا مرکز جس سے حقیقی خانقاہیں محض خلوت کدے اور سماج سے بیزار لوگوں کی پناہ گاہیں نہیں قرار پاتیں ، بلکہ انسانی اخلاق وکردار کے امراض کی علاج گاہیں محسوس ہوتی ہیں.

مولانا ابوالحسن علی ندویؒ کی بطور سوانح نگار اس امر پر توجہ مرکوز رہی ہے کہ صاحب سوانح کو سماج سے ماوراشخصیت ثابت کرنے کی بجائے ان کا تعارف ایسی شخصیت کے طور پر کرایا جائے جو سماج کی فکری ،نفسیاتی اوراخلاقی تربیت کے لیے ہمہ وقت کوشاں رہی اور جس کی مجلس میں تصوف کے حقیقی مقاصد پر گفتگو کے ساتھ ساتھ موسم ، سیاسیات ،

واقعات وتذکرہ بزرگانِ دین، غرض ہر طرح کی مباح و جائز گفتگو ہوتی تھی،

دراصل وہ سوانح نگاری کو دعوت دین کے اسلوب کے اطلاقی مطالعہ کے طور پر پیش کرتے ہیں، جس کی فی زمانہ سب سے زیادہ ضرورت ہے کہ فکری میدان میں جس قدر کام ہو رہا ہے وہ یقیناً مزید اضافہ اور بہتری چاہتا ہے، مگر اخلاقی تربیت کے میدان میں کام کے صحیح نہج کو اختیار کرنے کی اس سے بھی زیادہ ضرورت ہے جس کی تکمیل کے لیے استدلالی یقین سے اگلی منزل، یعنی وجدانی یقین درکار ہے اور اسی یقین کی آبیاری کو مولانا نے صاحب سوانح کے حوالہ سے حاصل تصوف قرار دیا ہے۔

☆......................☆